پروفیسر شاہ احمد سعید ہمدانی

خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ

تصوّف کے جن مشہور سلسلوں کو برِعظیم پاک و ہند میں فروغ حاصل ہوا، ان میں سے ایک سلسلۂ نقشبندیہ ہے۔ اگرچہ یہ سلسلہ سلوک کے دیگر معروف طریقوں یعنی قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ وغیرہ کے بہت بعد ہندوستان پہنچا، لیکن نہایت قلیل مدت میں اس نے حیرت انگیز تیزی کے ساتھ مقبولیت حاصل کرلی۔ اس کا ایک اہم سبب یہ بھی تھا کہ اس سلسلہ کے مشائخ حنفی المذہب تھے اور سنت کی پیروی اور متابعتِ شریعت پر بہت زور دیتے تھے۔ چنانچہ علمائے احناف نے جو ہندوستان میں لوگوں کے مقتدا تھے، برضاو رغبت اس طریق کو اپنالیا۔

سب سے پہلے اس سلسلہ کے ایک سمرقندی بزرگ خواجہ باقی باللہ (۱۶۰۳ء) شہنشاہ اکبر کے زمانے میں کابل سے ہندوستان آئے۔ گو اُن کی آمد سے کچھ عرصہ پہلے ایک اور بزرگ جن کا نام شیخ بابا یعقوب کشمیری تھا، کشمیر آچکے تھے۔ اور حضرت خواجہ باقی باللہ ان سے ملے بھی تھے، مگر اس طریقہ کا فیض ہندوستان میں خواجہ باقی باللہ کے ذریعہ ہی پھیلا اور بقول شیخ محمد اکرام[1] انھوں نے نہ صرف ہندوستان میں نقشبندی سلسلہ کی مستحکم بنیاد رکھی، بلکہ امرا و اکابر سے اختلاط پیدا کر کے نہایت خاموشی سے درباری بدعتوں کے خلاف متشرع اور دیندار امرا کا محاذ بھی قائم کیا، اور یہ بات بھی ان کے تصرفاتِ جاذبہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ دو تین سال ہی میں ان کا طریقہ بلاواسطہ یا بالواسطہ سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ آپ کہا کرتے تھے:

"ایں تخمِ پاک را از سمرقند و بخارا آوردیم و در زمینِ برکت آگینِ ہند کشتیم"

حقیقت یہ ہے کہ انھیں یہاں ایک ایسا باکمال مرید اور جانشین ملا جس نے اُن کے سلسلہ کو ہندوستان کے طول و عرض میں پہنچا دیا۔ یہ مرید شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانیؒ تھے جنھوں نے

---

[1] رودِ کوثر، شیخ محمد اکرام، ص ۱۸۸

متعلق خواجہ باقی باللہ نے کشف میں دیکھا تھا کہ انھوں نے ایک بڑی مشعل سرہند میں روشن کی ہے اور اس کی روشنی سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام علاقہ منور ہو گیا ہے۔ دم بدم اس کی روشنی تیز ہوتی جاتی ہے، اور لوگ اس سے اپنے اپنے چراغ روشن کرتے ہیں۔

طریقۂ نقشبندیہ میں بھی فیض کا منبع خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ قدسیہ ہے اعمدہ واسطوں سے یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ذریعہ سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ پہلے اس کو سلسلۂ خواجگان کہا جاتا تھا مگر آٹھویں صدی ہجری میں ساداتِ بخارا میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ محمد بہاء الدین بخاری اس سلسلہ کے واسطۂ فیض بن گئے اور یہ طریقہ انہی سے منسوب ہوا۔

خواجہ محمد بہاء الدین ۷۱۸ھ میں بخارا کے گرد و نواح میں واقع ایک مقام قصر ہندواں میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد تھا۔ جیسا کہ صاحبِ نفحات الانس نے لکھا ہے: "نامِ ایشاں محمد بن محمد البخاری است" لیکن بہاء الدین کے نام سے آپ مشہور ہوئے۔ آپ کے والد کا نام جیسا کہ متذکرہ حوالہ سے ظاہر ہے محمد تھا، مگر وہ امیر سید جلال الدین کے نام سے معروف تھے۔ آپ کی پیدائش سے پہلے اس دور کے مشائخ میں سے ایک باکمال بزرگ خواجہ محمد بابا سماسیؒ جب کبھی یہاں سے گزرتے تو کہتے کہ مجھے اس مقام سے ایک مرد کی خوشبو آرہی ہے جس کی وجہ سے عنقریب یہ قصرِ ہندواں، قصرِ عارفاں بن جائے گا۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ قصرِ ہندواں قصرِ عارفاں کہلانے لگا۔

تذکرہ نگار آپ کے معروف لقب "نقشبند" کے بارے میں مختلف روایات بیان کرتے ہیں۔ تذکرہ "جواہرِ علویہ" میں ان کو نقل کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"آپ کے نقشبند کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے آبائے کرام میں سے کوئی قالین بنا کرتا تھا اور اس میں نقش بنایا کرتا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ سماسی نے آپ کی تربیت سید امیر کلال کے سپرد کی تو فرمایا، بہاء الدین کا نقش باندھ۔ اس واسطے آپ نقشبند کے نام سے مشہور ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ طالبوں کو آپ اسم اللہ کا تصور صنوبری دل پر تلقین فرماتے تھے، اس سبب سے نقشبند کے نام سے مشہور ہوئے، اور نیز اس واسطے کہ آپ طالب

کے دل سے تھوڑی سی توجہ سے غیر کا نقش مٹا دیتے تھے، اس لیے بھی آپ اس نام سے موسوم ہوئے۔"[۵۲]

آپ کی پیدائش کے دو تین دن بعد خواجہ بابا محمد سماسیؒ کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ کے والد نے آپ کو ان کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے کہا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر مقتدائے روزگار ہوگا۔ ان کے خلیفہ سید امیر کلال اُن کے ساتھ تھے۔ اُن کی تربیت کے لیے سید موصوف کو تاکید کی۔ چنانچہ آپ نے سید امیر کلال کی زیر نگرانی روحانی تربیت حاصل کی، لیکن آپ کی استعداد اس سے بڑھ کر تھی۔ بالآخر وہ وقت بھی آ گیا کہ سید موصوف نے آپ کو اجازت فرمائی کہ مزید جہاں سے چاہو، فیض پانے کی کوشش کرو۔

اس زمانہ کے کئی صاحبِ حال درویشوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اور ان کی باطنی توجہ کام آئی۔ بعض کے ساتھ کئی سال آپ کی صحبت رہی۔ ایک ترک درویش خلیل اتاؒ کی خدمت میں آپ چھ سال رہے۔ یہ درویش ایک زمانہ میں ماوراءالنہر کا حاکم بن گیا۔ تب بھی آپ اسکے ساتھ رہے۔ حتیٰ کہ پھر حکومت اس سے چھن گئی۔ اس درویش کی صحبت میں آپ کو بہت فائدے حاصل ہوئے۔ آپ فرماتے تھے: "..... و در اوقاتِ ملازمت نیز چیزہائے بزرگ از و مشاہدہ می افتاد و با من شفقت بسیار می کرد۔ گاہے بلطف و گاہے بعنف را آدابِ خدمت در می آموخت و ازاں جہت فوائدِ بسیار بمن رسید و مقامِ سیر و سلوک دریں راہ قوی بکار آمد ..... می گفت ہر کہ از جہت رضائے خداتعالیٰ مرا خدمت کند، درمیانِ خلق بزرگ شود و مرا معلوم می شد کہ مقصود او کیست۔"[۵۳]

اسی طرح اور بہت سے درویشوں کے ساتھ آپ کا تعلق رہا۔ اور بعض سے مختصر ملاقاتوں کے دوران میں ہی طریقت کے کئی رموز و نکات آپ پر واضح ہو گئے۔

بزرگوں کی ارواح کے ساتھ بھی آپ کا روحانی رابطہ رہا۔ خاص طور پر دو صدی پیشتر کے اسی سلسلہ (سلسلۂ خواجگان) کے ایک بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے ساتھ آپ کی نسبت بہت قوی ہو گئی اور آپ نے براہِ راست ان سے فیض پایا۔[۵۴]

---

۵۲ جواہر علویہ، محمد رئف احمد نقشبندی، اردو ترجمہ، ص ۶۷

۵۳ نفحات الانس۔

۵۴ مندرجہ ذیل کلمات جن میں خواجگان نقشبندیہ

اپنے روحانی سفر میں مختلف مدارج سے گزرے۔ حتیٰ کہ وہ مقام بھی آگیا کہ روحانی طور پر بارگاہِ محمدی میں جا پہنچے اور عجز و نیاز کا سر آنحضرتؐ کی عزت و احترام کے آستان پر رکھا۔ جہاں آپ ولایت کے مقام پر سرفراز ہوئے۔

اولیائے عظام کے ملفوظات سے پتہ چلتا ہے کہ جب انھیں ولایت کے مقام پر فائز کیا جاتا ہے تو یا تو فرشتہ آکر انھیں خبر دیتا ہے اور یا پھر کسی اور ذریعہ سے انھیں اس اعزاز سے باخبر کیا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب کے ساتھ بھی یہ کیفیت گزری۔ کہتے ہیں "زمانے کے قطب الاقطاب اور روئے زمین کے اوتادوں کی ایک جماعت آئی۔ اور انھوں نے مجھے سفید نمدے پر بٹھایا اور پھر اس کے کونے پکڑ کر ایک بڑے تخت پر بٹھا دیا۔ اور بے شک اس کے بعد مجھے کوئی غم لاحق نہ ہوا" (الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون)

اس کے بعد آپ نے اپنے طریق کے مطابق رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔ ترکستان اور اس کے آس پاس کے علاقوں اور شہروں۔ بخارا، سمرقند، تاشکن، غدیوت، کرمینہ اور ہرات سے درویش آپ کے گرد جمع ہونے لگے اور آپ بڑی فیاضی سے وہ دولت لوگوں میں لٹانے لگے جس سے آپ کا سینہ بھرپور کر دیا گیا تھا۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: "مقامِ احسان کی تجدید کے لیے شیخ بہاءالدین نقشبند ترکوں کی سرزمین پر مبعوث کیے گئے اور ترکوں کا بہیمی پہلو بہت زوروں پر تھا۔ حضرت خواجہ مجذوب تھے۔ ان کی فطرت کے ملکی پہلو نے الٰہی انوار کو قبول کر لیا اور نور الٰہی کی تدلی ان پر ہوئی۔ اسی وجہ سے ان کی شخصی نسبت اور جن لوگوں کی تربیت ان سے متعلق تھی۔ دونوں کے اجتماعی

کے سلوک کی بنیاد ہے۔ خواجہ عبدالخالق عجدوانیؒ سے ہی منسوب ہیں:

۱۔ ہوش در دم، ۲۔ نظر بر قدم، ۳۔ سفر در وطن، ۴۔ خلوت در انجمن، ۵۔ ما

۵۔ یاد کرد ۶۔ بازگشت، ۷۔ نگہداشت، ۸۔ یادداشت۔

نیز وقوف زمانی، وقوف قلبی، وقوف عددی کی اصطلاحات بھی آپؒ ہی کی وضع کردہ ہیں۔ ان کی شرح خواجگانِ نقشبندیہ کے کسی بھی تذکرے میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یا دیکھیے رسالہ القول الجمیل از شاہ ولی اللہ دہلوی۔

اقتضا نے حد سے زیادہ فائدہ بخش طریقہ کو پیدا کیا۔"[۵]

آپ کا طریق بہت سہل تھا اور زیادہ تر توجہ باطنی سے لوگوں کے قلوب کی دنیا بدل دیتے تھے۔ ایک عقیدت مند کے قول کے مطابق آپ شریعت اور سنتِ رسولؐ کی پیروی پر بہت زور دیتے تھے۔ ایک بار بخارا کے بازار میں آپ نے ایک درویش کو مغلوب الحال ہو کر اونچی اونچی باتیں کرتے سنا، جو کہہ رہا تھا: " درویش ایسا ہونا چاہیے کہ اگر کوئی مچھر بغداد میں کسی پتلے سے درخت کی شاخ پر بیٹھا ہو، تو وہ اس مچھر کو یہاں سے دیکھ سکے۔" آپ نے اسے ڈانٹا اور کہا۔" یہ بات تیرے کس کام آئے گی۔ تجھے دین اور مسلمانوں کا غم کھانا چاہیے اور شریعتِ نبوی کی راہ پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔ ان باتوں سے وہ کام بن نہیں آتا۔"

آپ سے لوگ طریقت کے متعلق سوالات پوچھتے اور آپ اُن کو جواب دیتے۔ ولی اور اس کی ولایت کے بارے میں ایک بار فرمایا، کہ ولایت ایک نعمت ہے۔ ولی کو لازم ہے کہ وہ جانے کہ وہ ولی ہے تاکہ وہ اس نعمت کا شکریہ ادا کرے۔ ولی عنایتِ الٰہی کی حفاظت میں ہوتا ہے اور اللہ اسے آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ خوارقِ عادات اور احوال اور کرامات پر کوئی اعتماد نہیں ہوسکتا بلکہ کام کی بات اقوال و افعال پر قائم رہنا ہے۔"

روحانی تربیت کے طالبوں کو خواجہ سید بہاءالدین نقشبند اکلِ حلال کی بہت تاکید کرتے تھے۔ ایک موقع پر فرمایا: " نیک اعمال اور عمدہ افعال کے ظاہر ہونے کی بنا حلال طعام پر ہے۔ جو پورے طور پر واقفیت حاصل کر کے کھایا جائے۔ اور ہر وقت کی حضوری خصوصاً نماز کے وقت، حلال طعام سے حاصل ہوتی ہے۔" خود اس قدر احتیاط برتتے تھے کہ جب کبھی کسی نے کراہت یا بے ادبی کے ساتھ کوئی چیز پیش کی، ان کی روحانی حس نے فوراً اس سے باخبر کر دیا۔ چنانچہ ایسی کوئی چیز ہرگز قبول نہیں کرتے تھے جس کا دینے والا پورا مخلص نہ ہو۔

ایک بار ملک حسین والئ ہرات نے علماء و مشائخ کی دعوت کی۔ خواجہ صاحب کو بھی وہاں جانا پڑا۔ دستر خوان بچھایا گیا، تو ملک حسین نے کہا، کھاؤ۔ یہ حلال ہے کیونکہ مجھے یہ مال اپنے والد

---

[۵] تفہیمات : از شاہ ولی اللہ دہلوی

سے ورثہ میں ملا ہے - مگر خواجہ صاحب نے کھانے کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا - آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا، اگرچہ یہ طعام حلال ہے لیکن ہرات میں ایسے لوگ کثرت سے ہیں جو اس کے محتاج ہیں - اس لیے یہ ان کو دینا چاہیے -

ایک بار پھر ایسا ہی ہوا - ملک حسین کے دستر خوان پر بڑے بڑے علما موجود تھے حاضرین کھانا کھانے میں مشغول ہوئے لیکن خواجہ صاحب نے کچھ نہ کھایا - شکار کا گوشت لایا گیا - پھر بھی آپ نے نہ کھایا - علما نے عرض کی، یہ مشکوک تو نہیں ہے، آپ کیوں نہیں کھاتے ؟ فرمایا: "مجھے بادشاہ کے دستر خوان پر نہیں کھانا چاہیے - میں ایک جماعت کا معتقد ہوں اور انہی میں سے یہ ایک درویش ہے - آپ کو کیا معلوم کہ میں کس قسم کا کھانا کھاتا ہوں" اس پر سب چپ ہو گئے -

اس موقع پر آپ نے معرفت کی بعض باتیں بھی بیان کیں - جب دستر خوان اٹھا لیا گیا، تو بادشاہ نے آپ سے پوچھا - کیا درویشی آپ کا موروث ہے - آپ نے فرمایا - نہیں، بلکہ جَذبۃٌ مِن جذبات الحق، توازی عَمَلِ الثقلَین (ایک جذبہ اللہ کے جذبوں سے ایسا ہوتا ہے کہ دونوں جہان کے عمل کے برابر ہوتا ہے) کے مطابق ایک جذبہ پہنچا اور میں اس سعادت سے مشرف ہوا - پھر بادشاہ نے آپ سے پوچھا - آپ کا طریقہ کون سا ہے - آپ نے فرمایا، خواجہ عبدالخالق عجدوانی رح کے خانوادہ کی یہ بات ہے کہ "خلوت در انجمن" ہوا کرتی ہے - بادشاہ نے پوچھا، خلوت در انجمن کیا ہوتی ہے، فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ ظاہر میں خلقت کے ساتھ رہو اور باطن میں حق تعالیٰ کے ساتھ - بادشاہ نے کہا - کیا یہ بات حاصل ہو سکتی ہے ؟ خواجہ صاحب نے کہا - اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ کریم میں فرمایا ہے : رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ -
(ایسے آدمی بھی ہیں کہ جن کو تجارت اور لین دین یادِ الہٰی سے نہیں روک سکتی)

آپ ہرات میں شیخ عبداللہ انصاری کی خانقاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے - جس روز یہ باتیں ہوئیں اسی شام کو ملک حسین نے اپنے خدام کے ذریعے طرح طرح کے ہدیے بھجوائے لیکن آپ نے قبول نہ فرمائے، اور کہا جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مہربانی کی ہے کسی شخص نے درویشی کے میدان میں میری پیٹھ نہیں لگائی - بادشاہ سے کہہ دو کہ آئندہ اس قسم کے خیالات دل میں نہ

نہ لائے۔ اسی روز محل کی ایک شہزادی نے بھی کچھ قیمتی کپڑے بھجواتے لیکن آپ نے ان کو قبول نہ کیا۔

مرتے دم تک آپ نے رشد و ہدایت کا کام جاری رکھا اور نہایت سادگی سے زندگی بسر کی۔ قصرِ عارفاں میں ایک باغ تھا جس میں معمولی سی کاشتکاری کرکے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے معاش کا سامان مہیا کرتے تھے۔ آپ کے مکان میں جاڑے کے موسم میں مسجد کے تنکے ہوتے تھے اور گرمی کے موسم میں پرانا بوریا۔ متوسط الحال لوگوں کا سا لباس زیب تن ہوتا تھا۔

آپ کی کرامات بے شمار ہیں، مگر سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے بے شمار لوگوں کو حق شناسی کے اعلیٰ پایہ تک پہنچا دیا۔

خواجہ بہاء الدین نے بہتّر سال کی عمر میں ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ کو انتقال کیا۔ اور بخارا میں مدفون ہوئے۔ آخری ایام میں درویشوں کی ایک مجلس میں آپ نے فرمایا تھا: "ہمارے جنازے کے آگے یہ شعر پڑھنا:

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو   شیئاً لِلّٰہ از جمالِ روئے تو

آپ کے خلیفہ خواجہ علاء الدین عطار کے ارشاد پر صالح بن مبارک البخاری نے مختلف درویشوں سے سن کر بعد از تحقیق آپ کے حالات جمع کیے۔ اور اپنی کتاب "عدۃ السالکین" میں انھیں بیان کیا۔ اس کتاب میں خواجہ بہاء الدین کے بعض اقوال جو رموزِ معرفت کے حامل ہیں مختلف مقامات پر درج کیے گئے ہیں۔

ایک بار فرمایا۔ اوائل حال میں ہم نے اپنے آپ کو مطلوب بنایا اور دوسروں کو طالب۔ لیکن اب ہم نے یہ طریقہ چھوڑ دیا ہے۔ اصلی مرشد وہی (اللہ) ہے اور جس شخص کو اس راہ کی طلب کی خواہش ہوتی ہے، اسے ہمارے پاس بھیج دیتا ہے اور جو کچھ اس کا نصیب ہوتا ہے اسے پہنچ جاتا ہے۔

فرماتے تھے۔ ذکر کی تلقین کامل اور مکمل پیر سے ہونی چاہیے تاکہ اس کا اثر ہو اور نتیجہ اس سے ظاہر ہو۔ بادشاہ کے ترکش سے تیر لینا چاہیے کہ حمایت بھی ہو سکے۔

اکثر فرمایا کرتے۔ اس گروہ (درویشوں) سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے، جو ان

کے احوال اور اوقات کو پہچانتا ہو۔ ان کی صحبت سے کبھی تو عطا نصیب ہوتی ہے اور کبھی بلا۔

ایک موقع پر فرمایا۔ مشائخ خود کسی پر حملہ نہیں کرتے۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ مشائخ ننگی تلوار ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ لوگ خود اپنے تئیں اس تلوار پر پھینکتے ہیں۔

فرماتے تھے جو کچھ ہم سے خلقت کے خواطر اور اعمال اور احوال کی بابت ظاہر ہو جاتا ہے اس میں ہمارا کچھ دخل نہیں ہوتا۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

فرماتے تھے۔ درویش کو چاہیے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔

ایک درویش سے کہا۔ یہ حال جو اس وقت تجھ میں ہے ہماری توجہ کے سبب سے ہے اور ہم اس کے مالک ہیں۔ چاہیں تو لے لیں، چاہے تیرے پاس رہنے دیں ...... لیکن جو حال متابعت اور سلوک سے پیدا ہو اس پر کوئی قابض نہیں ہوتا۔

علما کے ایک مجمع میں فرمایا۔ ہمارا اصلی مقصد یہ ہے کہ ہم سنتِ نبوی کی پیروی کریں اور حق کو باطل سے ممیز کریں اور آپ زمانے کے مقتدا ہیں۔ آپ سے کتاب کا حکم پوچھنا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار اور صحابہ کرام کے آثار آپ سے دریافت کرنے چاہئیں۔ ..... جس موقع پر ہمیں کوئی مشکل پیش آتی ہے ہم علمائے کرام سے رجوع کرتے ہیں۔ ان سے سوال کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

فرمایا: محض کسی سلسلہ میں منسلک ہو جانے سے کوئی شخص مرتبہ پر نہیں پہنچ جاتا۔ اس کے لیے تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بنیادی شرط ہے۔